ہمارے عربی مدارس

مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہریؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ نصلی علی رسولہ الکریم

ڈھائی سو سال پہلے جب انگریزوں نے غیر منقسم ہندوستان پر قبضہ کیا تھا اس وقت حضرات اکابرین علماء، دین کی بقاء کے لئے متفکر ہوئے تھے۔۱۲۷۲ھ بمطابق ۱۸۵۷ء میں انگریزوں سے جہاد بھی کیا، لیکن بعض احوال کی وجہ سے کامیابی نہ ہوئی، لہٰذا انہوں نے دین اور علوم دین کی بقاء کے لئے مدارس کھولے، پہلا مدرسہ دارالعلوم دیوبند ہے، اس کے چھ ماہ بعد مظاہر علوم سہارنپور جاری کیا گیا۔ ان دنوں مدرسوں میں درس نظامی کو رواج دیا گیا پھر ان مدارس سے فارغ ہونے والے علماء نے بڑے تعداد میں مدارس قائم کئے جن کا منہج اور مسلک وہی تھا جو ان دونوں مدرسوں کا تھا اور اب تک ہے، ان مدارس سے فارغ ہونے والے حضرات نے تحریر اور تقریر تالیف اور تصنیف تبلیغ اور تدریس کے ذریعہ امت میں دین پھیلایا، اعمال کو بھی زندہ رکھا اور علوم کو بھی، ان مدارس کی بنیاد خالص للّٰہیت اور خدمت دین اور فکر آخرت پر تھی، اپنے اس مقصد میں علماء اور طلباء الحمد للہ کامیاب ہیں، البتہ جس کسی کو طلب دنیا نے گھیر لیا اس نے منشی فاضل، مولوی فاضل، میٹرک اور B.A, M.A کے امتحانات دے کر اکابر کی لائن چھوڑ دی اور یہ لوگ صرف دنیا دار بن کے رہ گئے، داڑھیاں بھی کٹ گئیں، انگریزی بال چھٹ گئے، ٹوپیاں سر سے غائب ہوگئیں، کرتوں کے دامن اونچے، پاجامے چست پہننے لگے، انگریزوں نے امت مسلمہ کو دھوکہ دینے کے لئے مدارس قائم کئے جن میں عربی کتابیں بھی تھیں لیکن کتاب الجہاد، کتاب الاسترقاق وغیرہ کو خارج رکھا اور اپنے مدارس کے فارغین کی ڈگریوں کے بڑے بڑے نام رکھے۔ مدرسہ عالیہ کلکتہ کے فارغین کو فخر المحد ثین اور ممتاز المحد ثین کے نام کی ڈگری دی گئی (یاد رہے کہ مدرسہ عالیہ بھی مسلمانوں کا نام رکھا ہوا ہے، انگریزوں نے اس کا نام Calcata Madrasa رکھا تھا اور آج تک حکومت کے دفاتر میں وہی نام ہے۔

اور ہاں مدارس میں حکومت نے مدرسہ قائم کیا تھا اس کے فارغین کی ڈگری کا نام افضل العلماء ہے اس میں یہ یہ بات مضمر تھی کہ حکومت کے پڑھائے ہوئے لوگوں کی طرف عامۃ المسلمین متوجہ ہوں اور عربی مدارس کے علماء کی طرف متوجہ نہ ہوں لیکن الحمد للہ عوام نے ایسے لوگوں کو قابل التفات نہیں سمجھا اور انہیں مولوی ملاؤں کو دینی ذمہ

دار سمجھا جو دیو بند، سہارنپور کے سلسلہ کے مدارس سے فارغ ہونے والے تھے، حکومت کے قائم کئے ہوئے مدارس کے علاوہ بھی کچھ لوگوں نے مدرسے قائم کئے جن میں دنیوی تقاضوں کو ملحوظ رکھا ان میں انگریزی بھی رکھی اور اب تو ہندی بھی پڑھائی جاتی ہے اور ذرا عربی لکھانے سکھانے پر زور دیا لیکن ان مدارس سے فارغ ہونے والوں نے منبر اور محراب کو نہیں سنبھالا، تفسیر اور حدیث کے استاذ نہیں بنے، ہاں عربی لکھ لینے کی مشق کی وجہ سے متحدہ امارات میں یا بعض دیگر عربی ممالک میں ملازمتیں مل گئیں اس سے ان لوگوں کا مقصد بھی حاصل ہو گیا کیونکہ ان کے بانیان کے سامنے عربی پڑھنے والے کی روٹی اور رزق ہی کا معاملہ درپیش تھا سو وہ اس میں کامیاب ہو گئے۔ یہ مدارس عربی سکھانے میں کامیاب ہوئے لیکن مفسر محدث نہ بنا سکے اس لئے شیخ التفسیر اور شیخ الحدیث دیو بند سہارنپور کے فضلا ہی ہوتے رہے ہیں۔ ہمارے عربی مدارس کی بنیاد چونکہ طلب دنیا نہیں بلکہ فکر آخرت اور خدمت دین ہے، اس لئے یہ حضرات دکھ سکھ کے ساتھ موٹا جھوٹا کھا کر اور پہن کر دینی خدمتوں میں لگے رہے اور آج تک لگے ہوئے ہیں۔

ہمارے مدارس کی مخالفت وہی لوگ کرتے ہیں جن کے ذہنوں پر دنیا غالب ہے اور جنہیں دین کا شعور نہیں، کبھی یوں کہتے ہیں کہ ان مدارس کے نصاب میں انگریزی یا ہندی داخل کر دی جائے، کبھی کہتے ہیں کہ سائنس کو نصاب میں شامل کر دیا جائے، کبھی کچھ کبھی کچھ، لیکن اگر ان سے کہو کہ آؤ اپنی اولاد کو ان مدارس میں داخل کرو، تمہاری تجویز کے مطابق انگریزی مضامین میں داخل کر دیں گے تو ہرگز نہیں مان سکتے، ہمارے مدارس میں پڑھنے والا اگر علمی حیثیت سے کمزور ہو تو دین کے فرائض و واجبات تو جان ہی لیتا ہے آخرت کا فکر مند ہو جاتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنتوں کا اور آپ کی وضع قطع کو تو اختیار کر ہی لیتا ہے جنہیں اپنے بچوں کو پتلونیں پہنانی ہیں، ٹائی بندھوانی ہے، انگریزی بال رکھوانے ہیں، وہ انگریزی کو نصاب میں شامل کر لینے پر بھی اپنی اولاد کو عربی مدرسوں کی زینت نہیں بنا سکتے۔ یوں کہنے والے بھی ہیں کہ عربی مدرسوں میں عربی لکھنا نہیں سکھایا جاتا، پہلی بات تو یہ ہے کہ عربی کوئی سکھانے کی چیز نہیں جب صرف ونحو پڑھا دی علوم بلاغت سے آراستہ کر دیا، عربی ادب کی کتابیں پڑھا دیں تو یہ عربی لکھنے کے لئے کافی ہے۔ جن حضرات نے عربی میں کام کیا ہے شروح حدیث لکھیں، فقہ کی کتابوں کے حواشی تحریر کئے ہیں، ادب کی کتابوں کی تعلیقات لکھی ہیں ان کو کس نے عربی لکھنے کی مشق کرائی تھی۔ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب، حضرت شیخ الادب مولانا اعزاز علی امروہی، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی اور حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی، حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب کاندھلوی، ان کے والد مولانا یحییٰ صاحب اور میاں اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہم اور ان کے علاوہ بہت سے حضرات (جن کا ذکر طوالت سے خالی نہیں) کو کس نے عربی لکھنے کی مشق کرائی تھی؟ ایک بات اور قابل ذکر ہے کہ جو لوگ عربی لکھنا سیکھ لیتے ہیں وہ ہمارے مدارس کے کام کے نہیں رہتے وہ تو عرب امارات میں جا کر نوکریاں کر لیتے ہیں، ان کا پیٹ تو پل جاتا ہے لیکن دینی خدمات جو اپنے وطن میں

تعلیم وتدریس کے ذریعہ کرتے ان سے محروم رہ جاتے ہیں۔امت جو چندے دیتی ہے وہ اس لئے دیتی ہے کہ لوگ عربی مدارس میں پڑھ کر قرآن وحدیث کی خدمت کریں نہ اس لئے کہ بڑی بڑی تنخواہوں کے لالچ میں دور دراز ملکوں میں چلے جائیں کوئی سفارت خانہ میں لگ جائے اور کوئی کسی امارت کے کسی ادارہ کا ملازم بن جائے۔دنیا کے لئے عربی سیکھنا پھر اسے دنیا کمانے کا ذریعہ بنانا اس میں اور انگریزی زبان سیکھنے میں کوئی فرق نہیں ،قرآن وحدیث پڑھ کر انہیں کا خادم ہونا چاہیے،رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

"من تعلم علما مما یبتغی به وجه الله لایتعلمه الا لیصیب به عرضا من الدنیا لم یجد عرف الجنة یوم القیامة یعنی ریحها (جس نے اس علم کو جواللہ کی رضا کے لئے سیکھا جاتا ہے،صرف دنیا حاصل کرنے کے لئے سیکھا، وہ قیامت کے دن جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا)(مشکوۃ المصابیح ،ص:۳۴)

تاہم اگر کوئی شخص عربی عبارت لکھنا سیکھ لے تو کوئی منکر بھی نہیں ہے نیک نیتی سے خدمت دین کے لئے سیکھے گا،تو انشاء اللہ اس پر اجر ملے گا جولوگ عربی مدارس میں انگریزی اور اس کے جوڑ کی چیزیں داخل کرنے پر زور دیتے ہیں عجیب بات ہے کہ کالجوں اور یونیورسٹیوں والوں سے نہیں کہتے کہ تم قرآن حفظ کرنے کے کتب کھول لو، اور تجوید سکھانے لگو،اور حدیث کی کتابیں پڑھنے پڑھانے لگو،اور یہ بھی عجیب بات ہے کہ جولوگ مدارس عربیہ میں اپنے خیال سے اصلاح کی رائے دیتے ہیں عموماً وہی لوگ ہوتے ہیں جو مدارس میں نہ چندہ دیتے ہیں نہ اپنی اولاد کو قرآن وحدیث پڑھانے کے حق میں ہیں اور اب تو یہ مصیبت آگئی ہے کہ جو بھی حکومت آتی ہے اس کے فرمانبردار جو دشمن کے فرمانبردار ہوتے ،ان دشمنوں کا اشارہ پاکر مدرسوں کو بند کرنے اور ان پر قبضہ کرنے کے بہانے تلاش کرتے ہیں اور ترکی اور لیبیا اور سوریا میں مدارس ختم کردینے سے جو بے دینی اور بد دینی آگئی ہے اسی کے مطابق اپنے ملک کے رہنے والوں کے دین وایمان کا کباڑا کرنا چاہتے ہیں، دشمن سمجھتے ہیں کہ مدارس سے دین زندہ ہوتا ہے اور دین زندہ ہوگا تو مسلمانوں میں دینی اعمال پھیلیں گے ان دینی اعمال سے کفر سے اور کافروں سے بغض پیدا ہوگا لہٰذا انہیں مٹانا چاہیے۔جن لوگوں کو وزارت مل جاتی ہے تو وہ اپنی وزارت کے تھوڑے سے دن کی حفاظت کرنے کے جذبات میں دشمنوں کی باتیں ماننے اور مدرسوں کو برباد کرنے کی فکر میں لگ جاتے ہیں یہ نہیں سوچتے کہ ہمارے ذریعہ اگر یہ مدارس برباد ہوگئے تو ہمارا آخرت میں کیا بنے گا؟یہ دنیا ہمیشہ رہنے والی نہیں ،قرآن مجید میں فرمادیا:

﴿فلا تغرنکم الحیوة الدنیا و لایغرنکم بالله الغرور﴾ (سو تمہیں ہرگز دنیاوالی زندگی دھوکے میں نہ ڈالے اور دھوکہ دینے والا (شیطان تمہیں اللہ کے حلم کے ذریعہ دھوکہ نہ دے)

کہا جاتا ہے کہ درس نظامی کے نصاب میں انگریزی، ہندی، جغرافیہ وغیرہ شامل کردیا جائے ایسی رائے دینے والے یہ نہیں سمجھتے کہ نتیجہ اخس وارذل کے تابع ہوتا ہے جہاں دنیا کی نسبت سے کوئی چیز داخل ہوئی وہ طالب

علم کو صاحب دنیا ہی بنادے گی اور طلباء میں تقویٰ تواضع، اتباع سنت، شرعی صورت و سیرت اور سنت کے مطابق وضع قطع کا دھیان نہ رہے گا، جن مدارس میں ایسا خلط ملط ہے وہاں کے طلباء کو دیکھ لیں۔ جہاں دنیا آئی دین کی حقیقت گم ہوئی، کہنے والے یوں بھی کہتے ہیں کہ مدارس سے منطق اور فلسفہ نکالو یہ بات اگر اس وقت کہی جاتی جب قاضی مبارک، حمد اللہ، صدرا، شمس بازغہ، شرح چغمینی نصاب میں داخل تھی تو کوئی بات تھی اب سلم اور میبذی تک رہ گیا ہے دماغ کی رسائی اور ذہن کی روانی اور نکتہ سنجی کے لئے ان چیزوں کی ضرورت ہے جاہل لوگ اس بات کو نہیں سمجھ سکتے، شرح جامی پر بھی اعتراض ہے کہ وہ نحو نہیں سکھاتی حالانکہ وہ نحو سکھانے کے لئے ہے ہی نہیں وہ تو ذہن رسا بنانے کے لئے اور نکتہ دانی اور اسباب وعلل تلاش کرنے کے لئے ہے۔

جن کے دلوں میں مدارس کا وجود کھٹکتا ہے وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ علماء، طلباء امت پر بوجھ بنے ہوئے ہیں، یہ ارشاد بھی انہی دنیا کے چہیتوں کا ہے جو مدارس میں ایک پیسہ بھی نہیں دیتے، جو حضرات مدارس میں چندے دیتے ہیں وہ تو خود حاضر ہو کر رقمیں پیش کرتے ہیں اگر ان کے پاس کسی مدرسہ کا سفیر پہنچ جائے تو اس کے شکر گزار ہوتے ہیں، عجیب بات ہے کہ دیا کس نے اور دل دکھا کس کا؟ پھر یہ بھی دیکھو کہ امت کی طرف سے مدارس کو چندہ ملتا ہے عموماً زکوۃ کا مال ہوتا ہے زکوۃ ادا کرنا تو فرض ہے اگر اس مال سے دینی مدارس بھی چل گئے تو کیوں دل دکھتا ہے؟

ایک بات اور بھی قابل ذکر ہے انگریزی لائن کے لوگ جو ریسرچ اسکالر کے عنوان سے یورپ اور امریکہ میں ڈگریاں لینے جاتے ہیں ان کو بھی تو وظائف دیئے جاتے ہیں ان کے وظائف سے نہ حکومت پر بوجھ پڑے نہ عوام اور خواص ان کے خرچے سے دبیں، سارا نزلہ عربی مدارس پر ہی ہے، بات وہی ہے کہ دنیا کی محبت اور اہل دنیا کی عظمت اور علوم دنیا کی بڑائی دل میں گھر کئے ہوئے ہے ورنہ اسلام کا کلمہ پڑھنے والے ایسی باتیں نہ کرتے۔

ایک اور بات بھی قابل ذکر ہے لوگ کہتے ہیں کہ مدرسوں سے فارغ ہونے والے استعداد میں برابر نہیں ہوتے، استعداد میں برابر ہوں یا نہ ہوں مقصد علم میں برابر ہوتے ہیں یعنی اللہ سے لو لگاتے ہیں، دین پھیلاتے ہیں، فکر آخرت میں لگے رہتے ہیں، ایک موذن سے لے کر بخاری شریف پڑھانے والے تک کوئی بھی مقاصد مدرسہ میں ناکام نہیں ہے اور ایک بات اور بھی غور طلب ہے اور وہ یہ کہ کالجوں میں پڑھنے والے جو پینٹ شیٹ پہنے پھرتے ہیں، کیا سب کی استعداد برابر ہوتی ہے؟ کیا سب پروفیسر، لیکچرار، پرنسپل اور ڈین بننے میں برابر کی استعداد رکھتے ہیں؟

کیا ہر ایک انجینئرنگ پڑھانے والا اپنے شعبہ میں پورے عروج اور ترقی کے ساتھ کامیاب ہو جاتا ہے، کیا انگریزی زبان لکھنے میں سب ماہر ہوتے ہیں؟ ہرگز نہیں، جب اللہ تعالیٰ نے استعدادیں برابر نہیں رکھیں تو علوم و اعمال میں سب برابر کیسے ہوں گے؟ فھل من مدکر؟ میری یہ معروضات ممکن ہے کہ بعض لوگوں کو پسند نہ آئیں اور ممکن ہے کہ قاری بھی ہر بات سے متفق نہ ہوں لیکن میں نصیحۃ للمسلمین سب کچھ لکھا ہے، اخلاص کے ساتھ

لکھا ہے، انشاء اللہ تعالیٰ قارئین خوش ہوں گے۔ وباللہ التوفیق۔

ارباب اہتمام کی خدمت میں: مدارس میں علم کی کمی نہیں (جس کے لئے نصاب بدلنے کی ضرورت ہو) جو لوگ خوب اچھی طرح موجودہ نصاب پڑھ لیتے ہیں اچھے عالم بن جاتے ہیں، بس علم کو ٹھکانے لگانے کی ضرورت ہے، حضرات ارباب اہتمام کرام سے درخواست ہے کہ:

(۱) مدارس میں اخلاص اور فکر آخرت کی فضاء بنائیں، طلباء کو بتائیں کہ علم حاصل کرنا اللہ کی رضا ہے، علم پر عمل کرو، تعلیم، تبلیغ، تدریس، تحریر، تصنیف و تالیف کے ذریعہ اسلام کی خدمت کریں اور یہ بھی بتائیں کہ دنیا کے طالب نہ بنو، تنگدستی آجائے تو صبر کرو، دوسروں کی دنیا کی طرف نظر نہ ڈالو۔ (۲) اہل اللہ جو سلوک و احسان کی خدمات انجام دیتے ہیں تزکیۂ نفوس کا کام کرتے ہیں ان سے جوڑ پیدا کریں ان کی خدمتوں میں جایا کریں جس سے دل ملے اس سے بیعت ہو جائیں، ایسا کرنے سے انشاء اللہ دل کا غرور اور عُجب دور ہوگا، دلوں میں اخلاص پیدا ہوگا، ذکر اللہ کی کثرت کا داعیہ پیدا ہوگا۔ پرانے فارغین میں یہ بات تھی جس کی وجہ سے ان کے نفوس بھی پاکیزہ ہو جاتے تھے اور قلوب منور ہوتے تھے، تواضع پیدا ہو جاتی تھی جو لوگ ان کے پاس آتے جاتے تھے، متاثر ہوتے تھے اور ان کے مواعظ دلوں میں اثر کرتے تھے۔ (۳) حضرات ارباب اہتمام کی خدمت میں یہ بھی عرض کرنا ہے کہ جو طلباء اچھی استعداد کے حامل ہوں ان کی صلاحیتیں عمدہ ہوں ان کو فارغ کر کے یوں ہی نہ چھوڑ دیں بلکہ ان کے لئے ان کے شایان شان کام تجویز کریں، جس کی طبیعت جدھر چلتی ہو اس فن میں ماہر بنائیں، فارغ ہونے کے بعد سال دو سال اپنے پاس رکھیں، تقویٰ طہارت کے ساتھ ان کی علمی پختگی کی بھی کوشش کریں، انہیں تالیف تصنیف پر بھی لگائیں، مختلف موضوعات پر ان سے رسالے لکھوائیں، پھر ان کو شائع کریں، سنا ہے کہ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب عثمانی مہتمم دارالعلوم دیوبند یہ کام کیا کرتے تھے انہوں نے حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بلیاوی کو معقولات پر لگایا اور حضرت مولانا اعزاز علی صاحب کو فقہ اور ادب پر لگایا جس کی وجہ سے اول الذکر شیخ المعقول اور ثانی الذکر شیخ الفقہ والادب کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں (رحمہم اللہ تعالیٰ)۔ (۴) فراغت کے بعد طلباء کو مختلف کاموں کے لئے مستعد بنانے میں رقمیں بلا تکلف خرچ کی جائیں اور فارغین کو محدث مفسر، مفتی، مصنف، مناظر بنایا جائے، اسلام کی طرف نسبت رکھنے والے فرقوں کے عقائد بتائے جائیں اور مذاہب عالم کا تعارف کرایا جائے۔ (۵) مدارس کا کبھی حکومتوں سے الحاق کیا جائے نہ ان سے رقم لی جائے، ورنہ علم و عمل سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے، بہار کے مدارس کی مثال اس وقت بالکل سامنے موجود ہے، حکومت بہار سے الحاق کیا تو دیکھو کیا نتیجہ ہوا، حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی کی وصیت کے خلاف ہرگز نہ کریں ورنہ زک اٹھائیں گے، عوام کے صدقات میں جو برکات ہیں وہ مرکزی یا صوبائی حکومتوں کے اموال میں کہاں ہو سکتی ہیں، جو جابرانہ اور ظالمانہ ٹیکسوں کے ذریعہ جمع کئے جاتے ہیں۔ ☆☆☆